عظیم خاتون ، شدید ابتلاء

محترمہ زینب الغزالی پہ کیا گذری !

مولانا خلیل حامدی صاحب

" یہ مضمون ایک باب ہے اُس لرزا دینے والی ایک خودنوشت کتاب کا جس کی مؤلفہ زینب الغزالی ہیں ۔ اُردو میں "رودادِ قفس" کے نام سے مولانا خلیل حامدی نے اس کا ترجمہ کیا ہے ۔ اسے پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ مصر میں اخوان المسلمون کے ساتھ وہاں کے حلقۂ خواتین پہ کیا گذری ۔ یہ کتاب مکتبہ المنارہ کے اہتمام سے زیرِ طبع ہے ۔"

(ادارہ)

قتل کا الزام حمزہ نے ہاتھی کی طرح چنگھاڑ کر صفوت الروبی کو حکم دیا کہ وہ مجھے رو بہ دیوار کھڑا کر دے ۔ میں نے خود ہی جلدی کے ساتھ اس کے حکم پر عملدرآمد کر دیا ، دیوار کے ساتھ کھڑی ہو گئی اور اپنے ہاتھ اُوپر اُٹھا لیے ۔ صفوت کے ہاتھ میں کوڑا تھا ، وہ بجلی کی سی تیزی کے ساتھ میری کمر پہ برسنا شروع ہو گیا ۔ حمزہ نے ایک اور سپاہی کو بلایا جس کا نام سعید تھا ۔ اُسے میرے پہلو میں کھڑا کر دیا ۔ اُس کے ہاتھ میں بھی کوڑا تھا اور وہ اُسے زمین پر مارتا تھا ۔ ایک تیسرا سپاہی جلتے ہوئے تیل کا ایک کنستر لے کر آیا جس میں انہوں نے متعدد کوڑے ڈال دیے ۔ حمزہ البسیونی اور صفوت الروبی چلے گئے ، مگر بدبخت سعید کو یہیں چھوڑ گئے ۔ وہ چرمی کوڑوں کو جلتے ہوئے تیل میں ڈبوتا اور مجھے حکم دیتا کہ میں اس کارروائی کو غور سے دیکھتی رہوں ۔ کچھ عرصہ بعد صحن میں دس سے زائد سپاہی داخل ہوئے ۔ اُن میں سے ہر ایک نے ایک ایک کوڑا اُٹھا لیا اور زمین

پر اُسے مارنے لگے۔ اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے جاتے تھے کہ اے بنت الحرام، یہ جو بھی تازیانے تمہارے ہی لیے لچکدار کیے جا رہے ہیں۔ میں اُن کی طرف نظر اُٹھاتی۔ میں اُن کی تیاریوں کو دیکھ کر اللہ کی یاد میں مشغول ہو گئی۔ قرآن کریم کی یہ آیت وردِ زبان تھی:

الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَّقَالُوا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ فَانْقَلَبُوا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوءٌ۔

کچھ وقفے کے بعد ظالم صفوت الرومی آ گیا اور کہنے لگا: "سپاہیو! یہاں سے سر دست نکل جاؤ، میرا انتظار کرو۔ رات تک اس کا قتل ملتوی کر دیا گیا ہے"۔ صفوت نے مجھے بازوؤں سے کھینچا اور کوٹھڑی کی طرف لے گیا۔

کوٹھڑی کا طلسمی دروازہ کھلا اور مجھے اُس کے اندر ڈال دیا گیا۔ علیہ اور غادہ سو رہی تھیں وہ میری آواز سن کر یک دم اُٹھ گئیں۔ میرے پاؤں سے جو لہو رس رہا تھا اُسے دیکھ کر پریشان ہو گئیں۔ علیہ پوچھنے لگی کہ تمہارے پاؤں کو ان لوگوں نے کیا کیا ہے؟ میں نے صرف الحمد للہ کہا اور انہیں سو جانے کی نصیحت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کو میں نے شفا کا ذریعہ بنایا: بسم اللہ اعوذ بعزۃ اللہ وقدرتہ من شر ما اجد واحاذر (اللہ کے نام سے میں اللہ کی عظمت و جلال کی پناہ مانگتی ہوں اُس شر سے جس میں میں مبتلا ہوں اور جس کا مجھے اندیشہ ہے)۔

دو راتیں ——— سنگین و گراں راتیں ——— گزر گئیں، لیکن کوڑوں کی چوٹوں سے میرے جسم کا ہر حصہ درد و الم میں ڈوبا ہوا تھا۔ میں اپنے درد کو اندر ہی اندر پیتی اور اُسے علیہ اور غادہ پر رحم کرتے ہوئے ظاہر نہ ہونے دیتی۔ اُن کی یہ پوری کوشش رہی کہ مجھ سے یہ نہ پوچھیں کہ رات مجھے کیوں بلایا گیا تھا اور پھر مجھ پر کیا گزری۔ اس نفسیاتی کیفیت کے ساتھ کہ "گری ہو جس پہ کل بجلی وہ میرا آشیاں کیوں ہو"۔ انہوں نے میرے جسم پر نمایاں ہونے والے آثارِ تعذیب اپنی آنکھوں سے دیکھ لیے تھے اور پھر میں جس طرح مضمحل ہو کر کوٹھڑی میں واپس آ گئی تھی وہ منظر بھی وہ دیکھ چکی تھیں۔

صبح کے وقت غادہ نے مجھ سے گزشتہ واقعہ کے بارے میں سوال کر ڈالا، مگر علیہ نے اُس کو چپ کرا دیا۔ مجھے غادہ کے سوال میں کسی نئے خطرے کا کھٹکا لگا۔ میری جان سکڑ گئی اور پھر جیسے تیسے دن گزر گیا۔

میں ہوں فوجی جیل کا بھیڑیا

عشاء کی نماز پڑھی تھی کہ پھر کوٹھڑی کا دروازہ کھلا۔ سامنے صفوت الروبی اپنے تاریک تن و توش کے ساتھ نظر آیا۔ اُس نے وحشیانہ انداز میں پکارا: "زینب اُٹھ"! اور پھر اُس نے مجھے ہاتھوں سے پکڑا اور باہر کھینچ کر لے چلا۔ اُس نے مجھے چلنے کے لیے کہا اور میں اپنا توازن برقرار نہ رکھنے کی وجہ سے انتہائی خستگی کی حالت میں زمین پر گرا چاہتی تھی۔ راستے میں اُسے ایک شخص ملا جس نے کہا کہ "صفوت، خلیل بک تمہارا انتظار کر رہا ہے"۔ صفوت نے حسبِ عادت دشنام طرازی اور لعن طعن کی اور پھر جواب میں کہنے لگا: "میں یہ "مصیبت" لا رہا ہوں اُس کے پاس"۔ اُسی دوسرے آدمی نے مزید پوچھا کہ یہی ہے زینب الغزالی؟ صفوت نے کہا: یہی ہے زینب الغزالی۔ یہ کہا اور پھر مجھے گالیاں دینا شروع کر دیں۔ اور مجھے اُس کمرے میں دھکا دے کر داخل کر دیا جہاں کرسی پر ایک شخص پہلے سے براجمان تھا۔ اُس کا چہرہ سیاہ مانندِ شبِ تار اور خوفناک جیسے دیوِ مردم خور۔

یہ دیو یکایک اُچھلا، جیسے کسی جن نے اُسے چھو لیا ہو۔ اُس نے صفوت الروبی سے کہا کہ: "جاؤ اور فلاں آدمی کو لے آؤ"۔ اور وہ خود مجھے ایستادہ چھوڑ کر کمرے کے اندر مارگزیدہ شخص کی طرح اِدھر اُدھر گردش کرنے لگا۔ صفوت واپس آگیا اور اُس کے ساتھ وہ شخص بھی آگیا جسے طلب کیا گیا تھا۔ اُس نے کرسی پر بیٹھتے ہی مجھ سے سوال کیا: "یا بنت، تم کون ہو؟" میں نے کہا میں زینب الغزالی الجُبَیلی ہوں۔ وہ کہنے لگا: تم یہاں کیوں آئی ہو؟ میں نے جواب دیا۔ یہ میں نہیں جانتی۔ وہ کہنے لگا: تمہیں یہ جاننا چاہیے کہ تم یہاں کیوں آئی ہو۔ تم یہاں اس لیے آئی ہو کہ تم نے اور الہضیبی، سید قطب اور عبدالفتاح اسماعیل نے مل کر جمال عبدالناصر کے قتل کی سازش کی تھی۔ میں نے برجستہ کہا: یہ بات خلاف واقعہ ہے۔ اُس نے کہا: ڈھنگ سے بات کرو۔ آج رات کو معمول کی طرح کوڑے نہیں ہوں گے، بلکہ تمہاری گردن اُڑے گی۔ کیا تمہیں

معلوم ہے کہ میں کون ہوں - میں ہوں فوجی جیل کا بھیڑیا - آئی بات سمجھ میں!

میں نے کہا: جیل میں صرف آپ ہی نہیں، بلکہ تمام لوگ بھیڑیے اور کتے نظر آتے ہیں جب سے میں نے جیل میں قدم رکھا ہے آدم زاد تو مجھے ایک بھی دکھائی نہیں دیا - سوائے ان مظلوموں کے جو اخوان المسلمین سے تعلق کی وجہ سے یہاں لائے گئے ہیں - یہ لوگ امانتِ خداوندی کے علمبردار اور حق کے گواہ ہیں - اور باقی سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے - میرا جواب سن کر یہ شخص اُٹھا اور مجھے اپنی لات رسید کی - اور پھر مجھے اپنے دونوں ہاتھوں سے گھونسے مارے اور مجھے نیچے پھینک دیا - اور اپنے پاؤں سے ٹھوکریں مارنا شروع کر دیں - پھر مجھے اُوپر اُٹھا کر کھڑا کر دیا - اب میرے ہوش حواس چھوٹ چکے تھے - میں نے دیوار سے ٹیک لگائی، مگر اس نے میری طرف دیکھ کر کہا: یہ فلسفہ ہم نہیں جانتے، سیدھی کھڑی ہو کر بات کرو! پھر اُس نے میرے چہرے پر دونوں ہاتھوں سے تھپڑ مارے - صفوت نے مجھے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر کرسی پر بٹھا دیا اور کمرے کا دروازہ بند کر کے خود باہر نکل گیا -

کچھ وقفے کے بعد ایک اور شخص آیا اور کہنے لگا: "زینب یہ کیا کر رہی ہو! اپنے آپ پر کیا ظلم ڈھا رہی ہو - کیوں تم لوگوں کو بُرا بھلا کہتی ہو اور اُن کا تمسخر اُڑاتی ہو - صدر کا دل بڑا وسیع ہے - وہ تمہارے ساتھ بھلائی کا ارادہ رکھتا ہے - ہم تمہیں اخوان کے مقدمے میں صرف گواہ بنانا چاہتے ہیں - اور پھر ہم تمہیں اس جرم سے نکال لیں گے جس میں اخوان المسلمون کے لوگوں نے تمہیں ملوّث کر رکھا ہے"

میں نے جواب دیا: اخوان المسلمون نے کوئی جرم نہیں کیا - اصل جرم یہ ہے کہ تم اوباش لوگ اس مُلک کی گردن پر سوار ہو چکے ہو - وہ کہنے لگا: "تم یا تو پاگل ہو اور یا تمہاری نفسیاتی کیفیت میں سخت فتور برپا ہو چکا ہے - میں اب تمہیں چھوڑ دیتا ہوں - کل میں کسی کو تمہارے پاس بھیجوں گا جو تمہارے ساتھ مفاہمت کے طریقے سے بخوبی آگاہ ہو گا" وہ یہ کہہ کر باہر نکل گیا اور میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اُس نے مجھے کھڑا رہنے کا حکم نہیں دیا - کیونکہ اب مجھ میں کھڑا رہنے کی سکت باقی نہ رہی تھی -

میں کمرے ہی میں تھی کہ تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص اندر آیا - ہاتھ میں اُس نے کوڑا لے رکھا

تھا۔ اُس کی امتیازی علامت یہ تھی کہ اُس کا چہرہ دانوں سے بھرا ہوا تھا۔ اُس نے آتے ہی کہا: یا بنت اُٹھ! تو کون ہے؟ میں نے کہا: میں زینب الغزالی الجبیلی ہوں۔ اُس نے کہا: وائے روز سیاہ۔ میں یہاں آگیا ہوں۔ اب اِس عورت کی یہ رات زندگی کی آخری رات ہو گی۔ ایک اور شخص آکر پہلے شخص سے کہنے لگا۔ تم یہاں سے نکل جاؤ۔ میں اس کے ساتھ کچھ دیر کے لیے نشست کرنا چاہتا ہوں۔ تم لوگ اس کے ساتھ جو سلوک کر رہے ہو درست نہیں ہے۔ اِس نے رفاہ عامہ کے بڑے کام کیے ہیں۔ لیکن اخوان کے لوگوں نے اسے مصیبت میں پھنسا دیا ہے۔ پہلا شخص بولا کہ بھائی درست کہتے ہو۔ بے شک اس نے اچھے کام کیے ہوں گے۔ اب تم اس کے پاس آچکے ہو۔ اس کی مہلتِ عمر ختم ہوا چاہتی ہے، بس چند منٹ اور باقی ہیں۔

میں سلطانی گواہ بن جاؤں

دوسرے آدمی نے پہلے شخص سے کہا کہ تم یہاں سے چلے جاؤ۔ میں اس کے پاس بیٹھ کر کچھ تبادلۂ خیال کرتا ہوں۔ تم لوگ اس خاتون سے متعین طور پر کیا چیز چاہتے ہو؟ پہلے نے کہا: صدر جمال عبدالناصر اور فیلڈ مارشل عبدالحکیم عامر کی خواہش ہے کہ اخوان المسلمون کے مقدمے میں زینب الغزالی کو سلطانی گواہ بنایا جائے۔ اخوان المسلمون کے لوگوں نے تو اپنے جرم کا اقرار کر لیا ہے۔ یہ بھی اخوان کی سازش کی تصدیق کر دے۔

اس گفتگو کے بعد پہلا شخص باہر چلا گیا اور دوسرا بیٹھا رہا۔ اُس نے مجھ سے سوال کیا: "زینب بی بی! تم یہ کیا اپنے پاؤں پر کلہاڑی مار رہی ہو۔ تمھارا لباس نہایت گندہ اور تار تار ہو رہا ہے۔" پھر وہ کرسی پر بیٹھ کر بولا: "تمھارے چہرے سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ تم اس وقت سخت خستگی میں ہو۔ کیا اس وقت تم میرے سوالوں کا جواب دے سکتی ہو یا یہ گفتگو کل پر اُٹھا رکھیں"۔ میں نے کچھ جواب نہ دیا۔ اس پر اُس نے کہا: "آج صبح کے وقت میں تمھارے بھائی عبدالمنعم اور سیف اور تمھارے خاوند کے پاس تھا۔ تمھارا خاوند بڑا شریف اور نیک سرشت انسان ہے، مگر تم اس کے مقابلے میں بڑی بے لچک ہو۔ میں اِس قضیے سے تمھیں نجات دلانا چاہتا ہوں اور یہ بات کہ تم سلطانی گواہ بن جاؤ، بڑی خوش گوار اور نفع بخش بات ہے"۔

یہ کہہ کر اُس نے صفوت الروبی کو بلایا اور اُسے حکم دیا کہ مجھے کوٹھڑی میں لے جائے تاکہ میں کچھ نیند لے لوں اور تازہ دم ہو کر اس مسئلے پر سوچ بچار کر دوں۔ کل اسی سلسلے میں پھر نشست ہو گی۔

صفوت نے حکم کی تعمیل کی اور مجھے کوٹھڑی میں چھوڑ آیا۔

کلبۂ احزان میں

کلبۂ احزان میں میں واپس آگئی - علیہ اور غادہ محوِ خواب تھیں - علیہ کو میرے آنے کا پتہ چل گیا - پوچھنے لگیں: حاجن بی آگئی ہو؟ میں نے کہا: الحمد للہ!

کوشش کی کہ آنکھ لگ جائے مگر کہاں میں اور کہاں نیند - فجر کی اذان ہوئی - ہم نے مل کر اللہ کے حضور نماز گذاری - غادہ نے مجھ سے پوچھنا شروع کر دیا کہ کیا کیا کارروائی ہوئی؟ میں نے کہا بہن ہمارا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے - اللہ سے یہی دعا ہے کہ وہ ہمیں حق پر ثابت و قائم رکھے - یہ گروہِ ظالمین ہماری آزمائش پر تلا ہوا ہے - اور مجھ سے ایسی بات کا مطالبہ کیا جا رہا ہے جو قطعاً محال ہے - علیہ بول اٹھیں: حاجن، اللہ تمہاری دستگیری کرے - غادہ نے پھر اپنا سوال دہرایا اور مجھ پر جو کچھ بیتی وہ پوچھنا چاہی، مگر میں کچھ نہ بیان کر سکی - میں خستہ و کوفتہ تھی اور آنے والی رات کی نشست کے لیے اپنے آپ کو تیار کرنا تھا - علیہ میری خاموشی سے اصل بات سمجھ گئی - غادہ بھی چپ ہو گئی اور دن گذر گیا -

اخوان سے دست برداری کے لیے دباؤ

پھر آگئی وہ شبِ دیجور جس کے تصور سے میں لرزاں ترساں تھی - علیہ اور غادہ میرے لیے اور تمام اخوانی رفقاء کے لیے خدا کے حضور دعاؤں میں مشغول ہو گئیں - کوٹھڑی کا در وا ہوا - مجھے نکال لیا گیا - اس مرتبہ میں نے ایک ایسے آدمی کو صفوات الروبی کی معیت میں دیکھا جس کی شکل اب تک سامنے نہ آئی تھی - یہ دونوں مجھے معمول کی تعذیب گاہ میں لے گئے - اس نو وارد انسان نے صفوت کو حکم دیا کہ کمرے سے نکل جائے - پھر اس نے مجھے اپنے قریب ایک کرسی پر بٹھا لیا اور اپنی بات شروع کرتے ہوئے کہا:

"سیدہ زینب! جو لوگ بھی تمہارے پاس تمہاری خیر خواہی اور دستگیری کے لیے آتے رہے ہیں تم نے ان سب کو بچھاڑ دیا ہے - میں آج تمہارے پاس آخری اور قطعی بات کرنے کے لیے آیا ہوں - اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ میری اور تمہاری مدد کرے - تم اللہ کے بھروسے پر چھلانگ مار ڈالو - چھوڑو اخوان المسلمون کی کہانی - ان کی طرف سے تمہارے لیے اتنی سزا کافی ہے کہ انہوں نے تمہیں موجودہ نازک اور جان گسل پوزیشن میں ڈال دیا ہے - ان کے بارے میں تم سراسر فریب خوردہ ہو - تمہارے دماغ میں یہ سودا سما گیا ہے کہ اخوان والے

فی الواقع اسلام کے فدائی ہیں۔ یہ لوگ اقتدار کے بھوکے ہیں۔ ہماری درخواست ہے کہ تم ہمارے لیے اپنا دل کھولو۔ الھضیبی نے ایسا خطرناک بیان دیا ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ تمہیں موت کی سزا دی جائے۔ سید قطب نے بھی الھضیبی کے بیان کی توثیق کر دی ہے۔ ہم ان کے بیانات کو سچا نہیں مانتے، البتہ تمہیں اس قضیئے سے مکمل طور پر نکالنا چاہتے ہیں۔ تم سلطانی گواہ بن جاؤ۔ ہمارا مشورہ یہ ہے کہ تم ابھی اپنے گھر چلی جاؤ۔ اور جب ہمیں تمہاری گواہی کی ضرورت پیش آیا کرے گی ہم کسی آدمی کو بھیج کر تمہیں کو منگوا لیا کریں گے۔ یا ہم خود تمہارے پاس آجایا کریں گے۔ اگر میرا مشورہ تمہیں منظور ہے تو ابھی تمہاری ملاقات فیلڈ مارشل عبدالحکیم عامر اور صدر جمال عبدالناصر سے کرا دی جائے گی۔ صدر کی طرف سے راتوں رات یہ حکم نامہ بھی جاری ہو جائے گا کہ سیدات مسلمات پر سے پابندی اٹھا لی جائے اور رسالہ بحال کر دیا جائے۔ اسی پر بس نہیں، بلکہ صدر تو یہ عزم رکھتے ہیں کہ حکومت کے اندر تمہیں بہت بڑی پوزیشن دی جائے، جمہوریہ مصر کے اندر تمام تنظیموں اور انجمنوں اور ایسوسی ایشنوں پر تمہیں کلی اقتدار حاصل ہو۔ اخوان والوں نے تمہارے ساتھ جو غداری کی ہے۔ وہی تمہارے لیے کافی ہے۔ وہ خود تو اس قضیئے سے صحیح وسالم نکل جانا چاہتے ہیں اور مصائب کا سارا بوجھ تمہارے سر پر لادنا چاہتے ہیں۔"

اس کی تقریر جاری رہی۔ میں کوئی لفظ منہ سے نکالے بغیر ہمہ تن گوش ہو کر سنتی رہی۔ وہ گفتگو کے دوران میرے چہرے کے آثار اور میری حرکات تاڑ رہا تھا۔ اس نے بات ختم کی تو گھنٹی دی۔ صفوت اندر آیا۔ اور اسے چائے لانے کو کہا۔ مجھ سے بھی پوچھنے لگا کہ آپ قہوہ پینا پسند کریں تو آپ کے لیے بھی ایک کپ منگوالوں؟ میں نے عرض کیا کہ آپ کا شکریہ۔ مجھے کوئی چیز درکار نہیں ہے۔ اس نے کہا: زینب! سنو۔ میں کاغذ اور قلم تمہیں دیئے دیتا ہوں، جن باتوں پر ہمارا اتفاق ہو چکا ہے وہ تم تحریر کر دو۔ میں نے کہا: ہمارا تو کسی چیز پر اتفاق نہیں ہوا۔ لہٰذا میں کیا آپ کو لکھ کر دوں؟"

اس نے میری طرف کاغذ بڑھاتے ہوئے کہا: "ابھی تک تم اپنے فائدے کی بات سمجھنے سے قاصر ہو۔ میں پھر عرض کرتا ہوں کہ صدر صاحب تمہیں اس مصیبت سے نجات دینا چاہتے ہیں۔

اور تمہاری سیوا کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ وہ کونسا قضیہ ہے، جس سے مجھے نجات دلانے کا وعدہ کیا جا رہا ہے۔ اگر قضیہ سے مراد یہ ہے کہ کچھ خدا پرست افراد مل کر اپنے دین کا مطالعہ کرتے رہے ہیں اور شریعت اسلامی میں تفقہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں تو کیا اسے قضیہ یا مجرمانہ کارروائی کہا جائے گا؟ ـــ صدر اور فیلڈ مارشل دونوں کے لیے زیادہ بہتر یہ ہے کہ وہ اُن لوگوں کے خلاف قانونی کارروائی کریں جو اخلاقی بے راہ روی، اباحیت اور الحاد پھیلا رہے ہیں۔ ملک کے اندر ہر جگہ انہوں نے بدی کی اشاعت کی مہم چلا رکھی ہے ـــ اگر تم مجھ سے کچھ لکھوانا چاہتے ہو تو میں یہ لکھ دیتی ہوں کہ اس مسکین اور مظلوم قوم پر کیا کچھ گزر رہی ہے۔ جو حق بات مجھے معلوم ہے میں وہ ضبط تحریر کیے دیتی ہوں"۔

وہ کہنے لگا: مجھے خوب معلوم ہے کہ تم بڑی فاضلہ اور عالمہ خاتون ہو۔ بلا کی عقل مند اور ذہین ہو، اس لیے مجھے یقین ہے کہ تم اب جن مرحلے سے گزر رہی ہو ان میں مزید اضافہ اپنے لیے پسند نہ کرو گی۔ میں کاغذ اور قلم تمہارے پاس چھوڑے جا رہا ہوں۔ کچھ قلم بند کرنے سے پہلے اپنی نگاہوں کے سامنے یہ ضرور رکھو کہ صدر تمہیں اس قضیے میں سے الگ کرنا چاہتا ہے۔ قضیے کے تمام خطوط روز روشن کی طرح عیاں ہو چکے ہیں۔ یعنی الہضیبی اور سید قطب عبدالناصر کو قتل کر کے اقتدار پر قبضہ کرنا چاہتے تھے۔ اور اُن کا بیان ہے کہ اس ساری اسکیم کی پشت پر زینب الغزالی کر رہی ہے۔ اس طرح کے بیانات سے وہ سازش کا سارا ملبہ تمہارے سر پر ڈال کر خود بری الذمہ ہونا چاہتے ہیں، بلکہ انہوں نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ وہ بالکل بے گناہ اور پاک ہیں۔ جو کچھ ہوا ہے تمہاری شہ پر ہوا ہے۔ اور تم نے ہی اُن دونوں کو مصیبت کے چنگل میں ڈالا ہے ـــ لکھو، ضرور لکھو، لیکن اپنی پوزیشن اور اخوان کے رویے پر خوب سوچ سمجھ کر لکھنا۔ اُن کی سر توڑ کوشش ہے کہ اس سازش کا ایک ایک پہلو تم پر چسپاں کر دیا جائے اور وہ مقدمے میں سے صاف بچ نکل جائیں۔ ہمیں خبر ہے کہ اُنہوں نے خود پہلے تمہیں اس سازش کے لیے اُکسایا اور آمادہ کیا۔ اور پھر انہوں نے تم سے ہاتھ اُٹھا لیا ـــ یہ کوئی بہادری ہے۔ یہ تو انتہائی کمینگی اور بزدلی ہے"۔

یہ ہے ہمارا اصل جرم یہ شخص کاغذ اور قلم میرے حوالے کر کے مجھے تنہا کمرے میں چھوڑ کر چلا گیا - ہائے وہ کاغذ اور قلم جو جیل کی کوٹھڑیوں میں محبوس و مطلوبہ اسیر کے پاس آجاتے ہے

ہائے اُس چار گرہ کپڑے کی قیمت غالب
جس کی قسمت میں ہو عاشق کا گریباں ہونا

میں نے قلم تھاما اور مندرجہ ذیل تحریر لکھدی:

"ہم لوگ اخوان المسلمون کے نوجوانوں کو لے کر بیٹھ جاتے تھے اور فقہ، حدیث اور تفسیر کی کتابوں کا باہم مطالعہ کرتے تھے - ان اجتماعات میں ہم نے ابن حزم کی المحلّٰی، ابن القیم کی زاد المعاد، حافظ المنذری کی الترغیب والترہیب اور سید قطب کی" فی ظلال القرآن" کا مطالعہ کیا - سید قطب کی زیرِ طبع کتاب معالم فی الطریق کے اوراق بھی زیرِ مطالعہ آتے رہے - سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرت صحابہ رضی اللہ عنہم کا درس بھی ہوتا تھا - اور اس بات کا بھی مطالعہ کیا جاتا تھا کہ دعوتِ اسلامی کا آغاز کس طرح ہوا - یہ سب اجتماع استاذ حسن الہضیبی کے اذن وارشاد کے تحت ہوئے - اس اجتماعی مطالعے سے ہمارا مقصد مسلمان نوجوانوں کے اندر صحت مندانہ اور ستھرے اخلاق و کردار کے نمونے تیار کرنا تھا - شاید ہم اس طرح اسلام کی شوکت رفتہ بحال کر سکیں - اور ملک کے اندر اسلام کی ایک جاندار اور فعال اُمت وجود میں لاسکیں طویل غور و فکر کے بعد ہم نے طے کیا کہ ہر مقام پر ہم اخوان المسلمون کی تنظیم کو زندہ کر دیں اور اس ہمہ گیر جاہلی معاشرے کے اندر کھو جانے والے نوجوانانِ ملت میں سے جس قدر صالح اور کارآمد افراد ہمیں مل سکتے ہوں - ہم صبر و تحمل اور لگاتار محنت سے انہیں جمع کرتے رہیں - یہ بھی ہم نے طے کیا کہ اس تربیت و تزکیہ کا عمل تیرہ سال تک جاری رہے گا - یہ مدت گذر جانے کے بعد ہم ملکی صورتِ حال کا میدانی جائزہ لیں گے اور ہم نے دیکھا کہ اسلام کے اُصولوں پر کاربند رہنے والوں کی تعداد ملک کے اندر پچیس فی صد سے کم ہے تو ہم تربیت و اصلاح کا پروگرام مزید تیرہ سال بڑھا دیں گے اور دوبارہ اپنے اثرات و مساعی کا جائزہ لیں گے - اگر پھر بھی مطلوبہ نتائج

برآمد نہ ہوئے تو ہم اپنا کام بدستور جاری رکھیں گے۔ جب مجموعی طور پر ملکی آبادی میں سے ہمیں پچھتر فیصد لوگ ایسے ملیں گے جو فی الواقع اسلام کو جانتے بھی ہوں اور مانتے بھی، تو اس وقت ہم اسلامی ریاست کے قیام کا مطالبہ اُٹھائیں گے۔
—— لہٰذا ہمارے ان پروگراموں میں کون سی چیز ایسی تھی جس سے جمال عبدالناصر خوفزدہ ہوگیا۔ اور دوسرے حکام بھی لرزہ براندام ہوگئے؟ ہم جو نتائج پیش نظر رکھتے ہیں شاید انہیں برآمد کرنے کے لیے کئی نسلیں کھپ جائیں۔ پھر تمہیں کیوں خوف لاحق ہے۔ یہ بات تو قطعاً ہمارے حاشیۂ خیال میں بھی نہیں ہے کہ جمال عبدالناصر کو قتل کیا جائے۔ ہماری اسکیم میں تو اس کے قتل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہم جس اصلاح کے علمبردار ہیں وہ کسی ایک شخص یا چند اشخاص کے قتل سے بہت بالا و برتر ہے، کیونکہ قتل و غارت گری کا اُصول ہمیں سرے سے نامنظور رہا ہے، لیکن تم لوگ اس جھوٹے الزام کی آڑ میں دراصل اہل ایمان گروہ کی گردنیں اُڑانا چاہتے ہو —— بلکہ مجھے اجازت دو تو میں تم سے یہ پوچھوں کہ ہماری تعذیب اور ہمارے قتل کا حکم تمہیں کس نے دیا ہے؟ صیہونیوں نے یا کمیونسٹوں نے؟

جس بات سے ملحد کمیونزم پر رعشہ جاری ہے، اباحیت پسند اور عیسائیت بیزار مغرب خوفزدہ ہو رہا ہے۔ عالمی صیہونیت لرز رہی ہے اور اس کی نیند حرام ہو چکی ہے۔ اور اس کا سکون ختم ہو چکا ہے —— جس بات سے یہ سب حلقے خائف ہیں۔ یہ ہے کہ کہیں اسلام اپنے عقائد و نظریات، اپنے قوانین و شرائع اور اپنے معاملات و کردار کے ساتھ مسلمانوں کے اندر دوبارہ نہ جلوہ گر ہو جائے۔ جی ہاں، اسلام کی نشاۃ ثانیہ ہی نے ان تمام حلقوں کو قلق و اضطراب میں مبتلا کر دیا ہے اور اسی وجہ سے یہ ہماری گھات میں رہتے ہیں۔ اور ہماری حرکات و سکنات کی ٹوہ لگاتے رہتے ہیں۔ اور پھر گھبرا کر وہ اپنے آلۂ کار حکمرانوں کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ اسلامی عناصر کا قلع قمع کر دیں، لیکن اللہ تعالیٰ یقیناً اپنے نور کو غالب اور کافروں کو ذلیل و رسوا کرے گا۔ اگر تم لوگ آج ہمیں قتل کر دو گے تو ہمارے بعد اللہ ایسے لوگوں کو اُٹھا دے گا جو اسلام کا پرچم بلند و بالا

کریں گے۔ رہا سیدات و مسلمات کا مجلہ یا تنظیم کا دفتر یا کوئی بھی دنیاوی متاع اگر وہ ہمیں اس شکل میں ملے کہ اس سے غیر اللہ کی خدمت سرانجام دی جائے تو ہم اسے مسترد کر دیں گے اور ہرگز قبول نہ کریں گے۔ ہمارا ہدف اور نصب العین صرف خوشنودی خدا ہے۔ اسی کا راستہ ہمارا راستہ اور اُسی کی شریعت ہماری شریعت ہے"۔

بقلم: زینب الغزالی الجبیلی

صفوت الروبی کمرے میں آیا اور اس نے مجھ سے کاغذات مانگے۔ میں نے مذکورہ تحریر اس کے حوالے کر دی جسے وہ لے کر باہر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ شخص کمرے میں داخل ہوا، جو مجھے کاغذ اور قلم دے گیا تھا۔ اس کے ہاتھ میں کچھ کاغذات تھے، لیکن وہ میرے لکھے ہوئے کاغذات نہیں تھے۔ میرے سامنے اُس نے وہ کاغذ پرزہ پرزہ کر دیئے اور پھر میرے منہ پر دے مارے۔ غالباً یہ جتلانے کے لیے کہ میں نے جو کچھ لکھ دیا ہے وہ اُس نے ضائع کر دیا ہے ــــ پھر اُس نے صفوت سے کہا: "صفوت اسے دبوچ۔ یہ عورت تو پھانسی کے سوا ــــ جس کا افسران فیصلہ بھی کر چکے ہیں ــــ کسی اور چیز کی مستحق نظر نہیں آتی۔ میں تو اس کے حق میں بہتری کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہا تھا، لیکن میرا دستِ تعاون اس نے جھٹک دیا ہے۔ لگنے دو اب اسے پھانسی"۔ یہ بات کہہ کر وہ شخص بڑبڑاتا ہوا باہر نکل گیا۔

اصل قضیہ | صفوت شیطان نے مجھے آڑے ہاتھوں لیا، اور بڑے وحشیانہ طریقے سے مجھے چرمی تازیانے رسید کرنے لگا۔ کبھی ہاتھوں سے تازیانے مارتا اور کبھی پاؤں سے ٹھوکریں لگاتا۔ اور پھر مجھے حسب معمول کوٹھڑی میں چھوڑ آیا۔ میں سخت حیران ہوں کہ اگر ان لوگوں کا یہ دعویٰ ہے کہ قضیے کی تمام کڑیاں اور خطوط بے نقاب ہو چکے ہیں تو پھر یہ لوگ مجھ پر کھلی عدالت میں کیوں مقدمہ نہیں چلاتے۔ ترغیب و ترہیب اور تعذیب و تشدد کا جو وطیرہ انھوں نے اختیار کر رکھا ہے، اس کی کیا ضرورت ہے یا یہ لوگ سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق سسکا سسکا کر مارنا چاہتے ہیں ــــ بے شک قضیے کی تمام کڑیاں اور تمام خطوط طشت از بام ہو چکے ہیں، بلکہ میں کہوں گی کہ اس کا مقصدِ اصلی بھی عیاں ہو چکا ہے۔ اور عیاں را چہ بیاں، یعنی اصل قضیہ یہ ہے کہ یہ حکمران اس ملک میں جاہلی نظام چاہتے ہیں اور وہ اس سے دست بردار ہونے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

خدا کرے یہ دن عافیت سے گذرے

کوٹھڑی کا دروازہ بند ہے۔ میں خیالات کی ایک اور ہی دُنیا میں منتقل ہوگئی۔ تھکان، خستگی اور درد، ان سب عوارض نے میرے جسم وجان پر اپنے اثرات و نتائج کے گہرے نقوش ثبت کر رکھے تھے۔ میں اپنی جگہ پر منہ ڈھانپ کر لیٹ گئی۔ نیند لانے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکی۔ میری کیفیت یہ تھی کہ میں گویا آگ میں دھکتے ہوئے کیلوں کانٹوں پر لیٹ رہی تھی۔ کوڑوں نے، ٹھوکروں نے اور سر پر لگائی جانے والی ضربات نے میرا جسم تار تار کر رکھا تھا۔ جب کہ نہایت غلیظ اور فحش انداز میں دی جانے والی گالیوں نے میرے ذہن و قلب کو بُری طرح مکدّر کر دیا تھا۔ میں بے چینی اور درد و کرب میں رات بھر بے چینی سے پہلو بدلتی رہی، یہاں تک کہ فجر کی اذان ہوگئی۔ عَلیہّ اور غادّہ بھی بیدار ہوگئیں اور ہم نے تیمم کر کے نماز ادا کی۔ میری حالت کسی سوال کی محتاج نہ تھی۔ میرا جسم زبانِ حال سے پکار پکار کر اپنی سرگذشت بیان کر رہا تھا۔ علیہ نے میری طرف دیکھا اور کہا: "ڈاکٹر نے مجھے کچھ تسکین آور گولیاں دے رکھی ہیں۔ حاجن! کیا تم ایک آدھ گولی لینا پسند کرو گی"؟ میں نے کہا علیہ تمہاری پیش کش قبول کر لیتی ہوں۔ لہٰذا میں نے گولی کھا لی اور نیند کو دعوت دی، مگر نیند کے بس میں کہاں کہ وہ تار تار جسم اور ریزہ ریزہ جان کو مجتمع کر سکے۔ ہم نے اللہ کی جانب رجوع کیا۔ قرآن کریم کی تلاوت شروع کر دی اور تا استطاعت چند سجدے بھی گذارے۔ غادّہ جس روز سے جیل میں آئی تھی روزانہ کوٹھڑی کی دیوار پر جیل میں داخل ہونے کی تاریخ ثبت کر دیتی تھی۔ موصوفہ کہنے لگی: "آج ۸ راکتوبر ہے"۔ میں نے کہا: خدا یہ دن عافیت سے گزارے"۔ علیہ نے بھی دعائیہ انداز میں کہا: "انشاء اللہ"

گھر سے میرے کپڑے کیوں منگوائے گئے

چاشت کے وقت کوٹھڑی کا دروازہ کھلا۔ صفوت اندر آیا۔ اُس کے ساتھ دو سپاہی تھے۔ جن کے ہاتھ میں ایک بڑا بیگ تھا۔ میں نے پہلی ہی نظر میں پہچان لیا کہ یہ بیگ میرے گھر سے لائے ہیں۔ صفوت نے بیگ کھول کر کہا: "زینب، یہ کپڑے تمہارے گھر سے منگوائے گئے ہیں"۔ اُس نے بیگ کو اُلٹ پلٹ کرنا شروع کر دیا۔ پہلے بیگ میں سے سب کچھ نکالا اور پھر اُس میں واپس رکھ کر اُسے بند کر دیا۔ بیگ گویا کسی لمبے سفر کے لیے تیار کیا گیا تھا۔ میں نے پوچھا: "یہ کپڑے کس نے منگوائے ہیں اور کون انہیں لے کر آیا ہے؟"

صفوت نے جواب دیا: ہم نے منگوائے ہیں اور تمہاری بہن سبات انہیں لے کر آئی ہے۔" اس کے بعد اُس نے سپاہیوں کو بیگ واپس لے جانے کا حکم دیا اور خود مقولڑی دیر کوٹھڑی میں رہا اور پھر دروازہ بند کر کے چل دیا۔

جیل کے کارکن چلے گئے۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ بیگ کی کہانی سنتے ہی مجھ پر شدید غشی کا دورہ پڑ گیا۔ علیہ اور غادہ جھٹ میری طرف لپکیں اور میرے ہاتھ اور پاؤں رگڑنے لگیں، تاکہ مجھے ہوش میں لے آئیں۔ میرا غم ہلکا کرنے کے لیے کہنے لگیں: "حاجن! معمولی بات ہے۔ جیل والوں نے سوچا ہوگا کہ تمہیں کپڑوں کی ضرورت ہے۔ اس لیے انہوں نے یہ کپڑے منگوا لیے ہیں۔ یہ تو بالکل معمولی بات ہے۔ بالکل معمولی۔"

میں نے ہوش میں آتے ہی بچیوں سے کہا: "علیہ بچی۔ کسی بڑی مصیبت کا سامنا ہونے والا ہے۔" علیہ پھر بول اٹھی کہ نہیں، حاجن ایسا کیوں سوچتی ہو۔ جیل والے دیکھ چکے ہیں کہ تمہارے کپڑے تار تار ہو چکے ہیں۔ اور تمہیں نئے کپڑے درکار ہیں۔" میں نے کہا: علیہ۔ یہ بات نہیں ہے۔ میں محسوس کر چکی ہوں کہ یہ ایک نئی آزمائش کا آغاز ہے۔ صرف میرے لیے ہی کیوں یہ کپڑے منگوائے گئے ہیں۔ میں اس خصوصی "حسنِ سلوک" سے دل میں گھٹن اور بیزاری محسوس کر رہی ہوں۔ میں موجودہ آزمائش سے بڑھ کر سنگین تر آزمائش کے منہ میں جانے والی ہوں۔" چنانچہ میں حسبِ معمول اپنے حقیقی چارہ گر کی طرف متوجہ ہوئی اور عرض کیا کہ اے میرے مالک و مددگار! مجھے راہِ حق پر ثابت و استوار رکھیو۔

ہم نے نمازِ عصر کے لیے صفیں درست کیں اور آخری رکعت میں تھیں کہ صفوت الروبی دندناتا ہوا اندر آیا اور مجھے جانوروں کی طرح کھینچ کر کہنے لگا کہ "اٹھ میرے ساتھ چل"۔ مجھے باہر کھینچا اور دروازہ بند کر دیا۔ مجھے گلی کے آخر کنارے میں لے گیا۔ اور پھر مجھے ایک انتہائی تاریک کوٹھڑی میں پھینک دیا۔ کوٹھڑی نہ صرف تنگ و تاریک تھی بلکہ بڑی بدبودار اور نمدار۔ چوہے چاروں طرف اس میں بھاگ دوڑ رہے تھے۔ میں کوٹھڑی میں خوفزدہ ہو کر بیٹھ گئی۔ سردی کی شدت سے میرا جسم کانپ رہا تھا۔ پختہ فرش کی ٹھنڈک سردی میں مزید تندی پیدا کر رہی تھی۔ کوٹھڑی کی تاریکی بھی میرے خوف و ہراس اور میرے درد و کرب میں دوچند اضافہ کر رہی تھی۔ میں نے

اللہ تعالیٰ کی طرف رُخ کیا تاکہ اُس کی عنایت بے پایاں کی طفیل میں ان حالات پر قابو پالوں۔ میں نے تیمم کیا اور اللہ کی جانب متوجہ ہو گئی۔ اور اس کی بارگاہ میں جبہ سائی کرنے لگی۔ اور پھر دل کی ہر بات اُس کی جناب میں عرض کی۔ اُس کا ارشاد ہے: الا بذکر اللہ تطمئن القلوب (آگاہ رہو کہ اللہ کی یاد سے دلوں میں اطمینان پیدا ہوتا ہے)۔

صدر جمہوریہ کی طرف سے تعذیب کا حکم نامہ یکایک روشنی ہوئی۔ صفوت الروبی اندر آیا اور میری طرف ہاتھ بڑھا کر کہنے لگا: اے بنت، پڑھ یہ خط"۔ میں نے خط پہ نظر ڈالی۔ اُس کی پیشانی پہ یہ عبارت درج تھی "دفتر صدر جمہوریہ"۔ اور نیچے ٹائپ میں یہ مختصر تحریر درج تھی۔ "بأمر جمال عبد الناصر رئیس الجمہوریۃ تُعذَّب زینب الغزالی الجُبَیلی فوق تعذیب الرجال" (بحکم جمال عبدالناصر صدر جمہوریہ: زینب الغزالی الجبیلی پہ مردوں سے بڑھ کر تشدد کیا جائے) ـــــ دستخط: جمال عبدالناصر رئیس الجمہوریہ"۔ خط پہ پریذیڈنٹ ہاؤس کی مخصوص مہر بھی ثبت تھی۔ میں نے یہ خط پڑھنے کے بعد صفوت کو یہ کہہ کر واپس کر دیا: "اللہ اکبر۔ اللہ بہت بڑا ہے۔ وہ تم سب سے بڑا ہے۔ ہمارے ساتھ اللہ ہے۔ وہی ہمارا نگہبان ہے"۔

صرف ایک گھنٹہ باقی ہے صفوت انتہائی غضبناک نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ اُس کے غلیظ دہن سے نہایت ناپاک و ناگفتہ بہ گالیوں کی غلاظات برسنے لگی۔ میں چپ رہی اور کوئی بات منہ سے نہ نکالی۔ وہ دروازہ بند کر کے چلا گیا۔ چند لمحات کے بعد باہر سے صفوت کی آواز کان میں آئی۔ اُس نے بلند آواز سے کہا: "خبردار!" اور پھر کوٹھڑی کا دروازہ کھل گیا۔ حمزۃ البسیونی اندر آیا۔ اُس کی دونوں آنکھوں میں شیطان پاکوبی کر رہا تھا۔ مجھ سے کہنے لگا: "تیرے لیے یہ آخری موقع ہے۔ صرف ایک گھنٹہ۔ اچھی طرح سوچ لے۔ اچھی طرح اپنے بُرے بھلے کا اندازہ کر لے۔ میں نے تیرے کپڑے منگوا لیے ہیں تاکہ تو فیلڈ مارشل عبدالحکیم عامر اور صدر جمہوریہ جمال عبدالناصر کی ملاقات کی جاسکے۔ اس کے بعد اس کیس میں تیری پوزیشن بدل جائے گی"۔ اُس نے صفوت کی طرف دیکھا اور کہا: "صفوت، اسے صدر صاحب کا خط پڑھ کر سنا دو"۔ صفوت گلا پھاڑ کر خط پڑھنے لگا: "بحکم جمال عبدالناصر صدر جمہوریہ: زینب الغزالی الجُبَیلی پہ مردوں سے بڑھ کر تشدد کیا جائے۔

دستخط جمال عبدالناصر " حمزہ البسیونی یہ خط صفوت سے لیا اور مجھے تھماتے ہوئے کہنے لگا : " اے پاگل عورت ، پکڑ یہ خط ۔ اور جو کچھ اس میں لکھا گیا ہے اُسے اچھی طرح سمجھ لے " میں نے اُسے جواب دیا : " میں اسے پڑھ چکی ہوں " کہنے لگا : " دوبارہ پڑھ ۔ یہ پڑھنے کی چیز ہے ۔" پھر وہ صفوت کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا : " صفوت ! کہاں ہے تانہ یانہ؟" میں نے خط ہاتھ میں لے لیا اور پڑھنے لگ گئی ۔ اور پھر میں نے اسے زمین پر پھینک دیا اور پوری قوت کے سامنے کہا : " اے فاجروں کے ٹولے اللہ تم سب سے بالا و برتر ہے ۔ اے خدا کے منکرو ، یہاں سے نکل جاؤ " حمزہ البسیونی نے کوٹھڑی کے باہر پھرنے والے بعض سپاہیوں کو پکارا ۔ ایک سپاہی کپڑوں کا بیگ لیے اندر آیا ۔ اور مجھ سے کہنے لگا : " تجھے صرف ایک گھنٹے کی مہلت ملے گی ۔ یہ تیرے کپڑے ہیں ۔ خوب سوچ لے ۔ تو اپنے بھلے کی فکر کر ۔ اس مسئلے کا حل تیرے اپنے ہاتھ میں ہے ۔" یہ تلقین کر کے سب لوگ دروازہ بند کر کے واپس چلے گئے ۔ میں نے پہلے اللہ تعالیٰ سے استغفار کیا اور پھر حق پر جمے رہنے کی دعائیں کرنے لگی ۔

ایک گھنٹے کی جو مہلت مجھے دی گئی تھی وہ تمام ہو گئی ۔ صفوت کی آواز کانوں سے ٹکرائی " خبردار " ! حمزہ البسیونی اندر آیا ۔ میرے سراپا کا جائزہ لیا اور پھر کہنے لگا : کیا تو نے کپڑے تبدیل نہیں کیے ۔۔۔ کیا تو نے موت کے منہ میں جانے کا فیصلہ کر رکھا ہے ۔ چل یونہی سہی ۔۔۔ تو نے تو اپنی جان کا سودا کر رکھا ہے ۔ چہ خوب ۔ صفوت ! اس بنت الحرام کو قابو کرو ۔ یہ سید قطب اور حسن الہضیبی کی نذر ہونا چاہتی ہے ۔ وہ بھی اس عورت سے اپنی جان چھڑانا چاہتے ہیں اور خود سُرخ رُو ہو کر نکلنا چاہتے ہیں ۔"

صفوت نے مجھے زور سے کھینچا اور کوٹھڑی سے باہر لے آیا اور پھر مجھے سامنے لے کر گلی کے اندر چل پڑا ۔ میں نے زور سے " اللہ اکبر " کہا تاکہ علیہ اور غادہ میری آواز سن لیں ۔ میں یہ خیال کر چکی تھی کہ یہ میری زندگی کے آخری لمحات ہیں ۔۔۔ جیسا کہ حمزہ البسیونی مجھے بتا چکا تھا ۔

(باقی)